جو دیکھا، جو سنا، جو بیتا

تبصرہ نگار: ثمینہ سید

پیاری آپا سلمیٰ اعوان کی کتاب ہے

ایک کتاب معلومات کا ایک جہان اپنے دامن میں سمیٹے ہوئے ہے۔ سادہ، دلچسپ لیکن پختہ لب و لہجے میں پروئی تحریریں خود پر ناز کر رہی ہیں۔ ہم جیسے ادنیٰ طالب علموں نے ان شخصیات کا قرب کما لیا، محبت پالی۔ ان کے دور میں سیکھنے، سمجھنے کا موقع مل گیا یہ اعزاز سے کم نہیں۔ آپا جی کو ہم نے اپنی ایم فل کلاس فار من کرسچین یونیورسٹی کے سیمینار میں دعوت دی۔ آپا کے تجربات و مشاہدات کو سکون سے بیٹھ کر تفصیلی سنا، سوالات کیے گئے۔ آپا کے ذہن و دل نگر نگر کے شاہد ہیں۔ ایک پورا عہد ہے۔ خزینہ ہے جو ہم نے تلاش مارا۔ ڈاکٹر اختر شمار ہمارے ہیڈ آف ڈیپارٹمنٹ تھے۔ (جن کو مرحوم لکھنے کی میری ہمت نہیں ہوتی۔ اللہ تعالیٰ انہیں اپنی رحمتوں کے سایے میں رکھے۔) سلمیٰ اعوان آپا کا نام سنتے ہی عقیدت سے مسکرائے اور بولے۔ "میں بروقت پہنچ جاؤں گا" ڈاکٹر اشفاق احمد ورک ہمارے سیمینار کلاس کے انچارج تھے۔ انہوں نے سلمیٰ آپا کو بلانے کے مشورے سے لے کے ادب و احترام سے لانے تک کا فریضہ ادا کیا۔ ہم نے پھولوں سے استقبال کیا اور آپا جانی تمکنت سے کرسی تک پہنچیں۔ براجمان ہوئیں۔ ازلی محبت بھرے انداز میں مسکراتی اور شفقت لٹاتی رہیں۔

یہ کتاب مجھے تحفے میں دی۔ پیارا سا جیولری باکس اور قہوہ کی اسٹائلش سی ڈبیہ بھی رازداری سے تھما دی۔ میں تو ان محبتوں پر نثار ہوں۔ جو اللہ کے کرم سے میرے حصے میں بے بہا آئی ہیں۔ کتاب پڑھ لی تو اب جراءت نہیں پڑ رہی تھی کہ آپا کی کتاب پر اظہار رائے کروں۔ بہت سوچنے کے بعد کتاب کے تعارف کے ساتھ حاضر ہوں۔

یہ ضخیم کتاب تین سو چھتیس صفحات پر مشتمل ہے۔ اکسٹھ ابواب بنے ہوئے ہیں۔ بک کارنر نے چھاپی ہے۔ ایک سے بڑھ کر ایک تحریر نے یادداشت میں اپنی محفوظ جگہ بنالی ہے۔

آپا نے انتساب میں ہی حیران کر دیا۔ حیرت ہی تو کہانی ہے، کھوج ہے، تسخیر ہے۔ ایک خواہش کو سلمیٰ اعوان آپا نے انتساب کیا۔

"کاش مرنے سے قبل اپنے ملک کو اس بدحالی سے نکلتے اور سربلند ہوتے دیکھ سکوں"

آمین۔ یہ خواہش تو اس ارض پاک کے ہر محب کی ہے۔ آپا نے اس کتاب میں اپنے اندیشے، تجربے، مشاہدے، وسوسے، اور فطرت کی رنگا رنگیاں رقم کی ہیں۔ تحریر کے کئی رخ رہے۔ پیش لفظ کو "ہم صورت گر کچھ خوابوں کے" کا نام دیا۔ تحریر کو

کتھارسس کہتے ہوئے آپا نے اس امید کو زبان دی۔ کہ " خدا کرے کوئی ایسی تحریک اٹھے۔ کچھ جنونی دیوانے ووٹ کو عزت دینے کے ساتھ کتاب کو بھی اس کی کھوئی ہوئی عزت اور عظمت کے احیاء کا سلسلہ زور و شور سے شروع کریں۔ "

"کتاب سے محبت کا خمیر زندگی میں گھلنا اور رچنا بہت ضروری ہے"۔

آپا نے انوکھے عنوانات کے ساتھ مضامین لکھے۔

"سعدی یوسف کا جنت سے جو بائیڈن کے نام خط"

اس میں امریکہ کی ستم ظریفی اور نزار قبانی کی نظم نے آنکھیں نم کر دیں۔ جو آلام سے پر نوحہ ہے۔

پانیوں پر لکھے ہوئے نام والا جان کیٹس "یوں لگا میں بھی آپا کی سنگت میں کیٹس میوزیم جانے کے لیے قطار میں لگی ہوئی ہوں"۔ آپا لکھتی ہیں۔

"ادھر ادھر جانے کی بجائے سب سے پہلے اس کے کمرے میں جانے کی خواہش مند ہوں جہاں اس نے آخری سانسیں لیں"۔

"ایک قابل فہم ہیجان کی سی کیفیت طاری ہے کہ کبھی روم آنے اور اس زیارت گاہ کو دیکھنے کی خوش بختی کا تو کہیں تصور ہی نہ تھا۔ "

یہ انکسار اور سادگی آپا نے شعار بنالیا ہے ورنہ کون ان کے شوق سفر اور پختہ عزائم سے واقف نہیں۔ سادگی سے اپنی منزلوں کے سنگ میل متعین کرتی چلتی جا رہی ہیں۔ اللہ رب العزت سلمیٰ اعوان آپا کو بہت ہمت دے وہ اپنی خواہشات کے تمام سنگ میل سر کر سکیں۔ ان کی کوئی بھی خواہش حسرت نہ رہے۔ وہ جان کیٹس کے کمرے کے باہر تیز سانسوں سے کھڑی ہیں۔ لکھا ہے

In this room, on the 23rd of February 1821 Died John Keats

"آنسوؤں کو پلکوں سے نیچے نہ اترنے میں تھوڑی سی نہیں بہت کوشش کرنی پڑی ہے"۔

پیاری آپا رسائی پا کر بھی جذبات پہ قابو نہیں رکھ پائیں تو ہم تو حسرتیں لیے بیٹھے ہیں۔

جان کیٹس ایک خط میں لکھتا ہے۔ " میں بہت حیران ہوتا ہوں کہ آدمی مذہب کے لیے مرتے ہیں تو شہید کہلاتے ہیں۔ میں تو سچی بات ہے اس خیال اور نظریے پر ہی تھرا اٹھتا ہوں۔ میرا مذہب محبت ہے میں صرف اس کے لیے مر سکتا ہوں۔ "

جان کیٹس کے بارے میں آپا نے اتنا کچھ لکھا ہے کہ میں ایک مضمون میں سب دام تحریر میں نہیں لا پا رہی تو آزردہ ہوں۔ اس کتاب کا ہر ایک مضمون قابل ذکر ہے۔ ہر ایک سطر نایاب ہے۔ میں اسے کئی بار پڑھوں گی تو تشنگی شاید ہی ختم ہو۔

"جان کیٹس کے درد کے ہر لمحے کو میں شدت سے محسوس کر رہی ہوں۔ "یہ سب جو یہاں بکھرا ہوا ہے اس کے لافانی ہونے کی خواہش کا عکاس ہی تو ہے ۔"

میں ایک ایک منظر میں اٹک رہی ہوں سچ پوچھیے تو آپا کے ہم قدم نگر نگر گھومنے اور منظر بن کر ان کے لفظوں میں اترنے کا مزہ ہی نرالا ہے۔ یہ سارے منظر شاید میں دیکھ ہی نہ سکوں لیکن آپا نے میری آنکھوں میں سجا دیے ہیں۔

ڈاکٹر تھانگ منگ شنگ سے ملاقات۔ چین کے سفر کی جزئیات سمیٹتی ہوئی باتیں اور یادیں۔ قوموں کے عروج وزوال کی رمز یں۔ڈاکٹر تھانگ کا کہنا ہے کہ "میرے حسابوں آپ کی قوم میں چند چیزوں کا فقدان ہے۔ یہ ذہین ہے مگر پتہ مار کر کام کرنے کی عادت نہیں۔ شارٹ کٹ راستوں کے متلاشی رہتے ہیں۔ راتوں رات امیر بنناچاہتے ہیں۔"

سچ ہی تو ہے آپا کے مطابق "اچھی مخلص، سمجھدار اور ایمان دار لیڈرشپ کا ہمیشہ بحران رہا۔ اگر مخلص لوگ ملے بھی تو سازشوں اور غیر جمہوری ہتھکنڈوں سے بساط سیاست ہی لپیٹ دی گئی۔"

"اک معجزہ میری زندگی کا" بہت ہی الگ رنگ کا مضمون ہے۔ آپا نے اپنے پامسٹری کے شوق اور اس شوق کے ہاتھوں تکلیف دہ سالوں کا ذکر کیا ہے۔ لکیریں واہمہ بن کر دل میں کنڈلی مار لیں تو سخت اذیت ہے۔ اپنے ہی ہاتھ میں موت کی لکیر نے زندگی اجیرن کر دی۔ دعا اور دعا ہی اس کا توڑ بنی۔ لکیروں کو بدلتے دیکھنا بھی سحر زدہ کر دینے والا امر ہے۔ میں نے خود بھی اس سے بارہا گزر کر دیکھا ہے۔ اس لیے آپا کے درد کو محسوس کر سکتی ہوں۔

"تین سال میں کانٹوں بھری صلیب پر چڑھی رہی"

اختتام میں لکھتی ہیں۔ "کہانی کا معجزاتی انجام بھی تو سنیئے کہ میری وہ صاف، سیدھی، لمبی، اور شوخ سی لکیر پہلے درمیان سے ٹوٹی پھر وقت کے ساتھ ساتھ اس میں فاصلہ پیدا ہوا۔ آج وہ مجھے بتاتی ہے کہ خدا دعاؤں کا سننے والا ہے اور تقدیر بدلنے پر قادر ہے۔
"

"پاکستان کی خارجہ پالیسی کے ابھرتے ہوئے امکانات اور چیلنجز" اس میں دلائل سے حوالوں سے امکانات روشن کر رہی ہیں اچھے دنوں کی امید کو وقت کی اہم ضرورت گردانتی ہیں۔

"خدا جانے کسی سولہ سالہ دوشیزہ کی کانچ جیسی عفت وعصمت کی مانند ہماری نیشنل سیکیورٹی کیوں اتنی حساس اور کمزور ہے کہ "بات بات پر قومی سلامتی خطرے میں پڑ جاتی ہے"۔

"میں کوئی پاک امریکا تعلقات کی پٹھو نہیں لیکن پاکستانی خارجہ پالیسی میں توازن ہونا نہایت اہم اور ضروری ہے"۔

میرا محسن، میرا مربی ڈاکٹر اعجاز حسن" قریشی" میں اپنی "اردو ڈائجسٹ سے نسبت کا تفصیلی ذکر کرتی ہیں۔ اس میں لکھنا، یہاں ملازمت کرنا، دوستیاں، محبت بھرے مراسم آج تک قائم رہنا اور ڈاکٹر رشید امجد کا قیمتی جملہ لکھتی ہیں۔ "ناول "تنہا" ہی سلمیٰ اعوان کو اردو ادب میں زندہ رکھنے کے لیے کافی ہے۔"

سچ ہے یہ بہت بڑا ناول ہے اور حساس ترین موضوع پر بڑے دھڑلے سے لکھی ہوئی اہم دستاویز ہے۔ پاکستان بنگلہ دیش کی تقسیم کے اندرونی اور چونکا دینے والے حقائق۔ جب میں نے یہ ناول پڑھا تب بھی میں نے کئی دن اس پر تبصرہ کرنے کے بارے میں سوچا لیکن پھر مجھے اپنا آپ طفل مکتب ہی لگا۔ آج اس کتاب کے متنوع موضوعات نے ہمت بنا دی کہ آپا کی محنتوں کو اپنی بساط کے مطابق خراج تحسین پیش کروں۔

"ہوتا ہے شب و روز تماشا مرے آگے، میکرون تھیوڈور کی طرح مسلم امہ کی بیداری میں سائنس اور ٹیکنالوجی کی اہمیت، سیاست پر گہری نظر اور بلتستان کے مسائل اور پھول شہزادی" میں بلتستان کے عوام کے ساتھ سوتیلی ماں جیسا سلوک ہونے کا احساس اجاگر کیا۔ لکھتی ہیں۔

بلتستان، گلگت میری زندگی کے وہ خوبصورت اور جذباتی گوشے ہیں جن سے "میری نو سٹلجیائی یادوں کی لام ڈوریاں بندھی ہوئی ہیں"۔

ناگورنو کراباخ کی حسین شہزادی" میں روس اور اس سے جڑے آرمینیائی مسائل کا ذکر ہے۔ جنگ کے ہاتھوں مختلف ممالک کے لوگوں کی بے بسی اور تکلیف کا ذکر ہے۔"

صلائے عام ہے یارانِ نکتہ داں کے لیے"، راجندر سنگھ بیدی کے آخری ماہ وسال خالص ادبی رنگ کے نہایت عمدہ اور معلوماتی مضامین ہیں۔ اگلے مضمون میں موٹروے پر ہونے والے ریپ کے کئی اینگل، لوگوں کی آراء اور فتوے بیان کرتے ہوئے آپا کی طبیعت کا پتہ چلتا ہے کہ ان کی ہر خبر پر نظر ہے۔ گہرائی سے رویوں کو پرکھتی ہیں، شفقت سے زخموں پر پھاہے رکھتی ہیں۔ زندہ قوموں کے چلن سکھاتی ہیں۔ نصیحت کو روایت سے ہٹ کر اپنا لینے کی اہمیت کا احساس دلاتی ہیں۔ مجبور نہیں کرتیں۔ اپنی ایک مضبوط رائے اور نقطہ ء نظر کی قائل ہے۔ خودداری اور انا کے ساتھ شاہراہ حیات پر رواں دواں آپا کا سفر ہمارے لیے مشعل راہ ہے۔ ہماری ہمت کبھی ٹوٹنے نہیں دے گا۔ سلمٰی اعوان آپا نے اس کتاب میں مذہب، فلسفہ، سیاست، آثار قدیمہ، طلسمی کہانیوں اور ہر زندہ موضوع، ہر ممکنہ موضوع پر لکھا ہے۔ یہ کتاب بہت ساری کتابیں پڑھ لینے جتنا سکون اور تشفی دیتی ہے۔ سلمٰی اعوان ایک ایسی عورت کا نام ہے جس کے قدموں نے زندگی کو مسخر کیا ہے۔ اپنے ہر قدم کی داستان رقم کی ہے۔ طبیعت کے اضطراب نے زندگی کو مقصد دیا ہے۔ جس کی ہم دل سے قدر کرتے ہیں۔ آئندہ نسلیں بھی اس علم و جستجو کے سمندر سے سیراب ہوتی رہیں گی۔ آپا نے افسانہ، ناول، سفر نامے، حالات حاضرہ اور تبصرے پر مبنی کتابیں اور کالم لکھے۔ ابھی تک تازہ دم ہیں۔ خوب اچھا لکھ رہی ہیں ماشاءاللہ۔ آپا جانی کے لیے صحت و سلامتی کی دعائیں۔

☆☆☆

جو دیکھا، جو سنا، جو بیتا

تبصرہ نگار: کنول بہزاد

سلمیٰ اعوان کی تحریروں کا سواد

ماہنامہ الحمرا لاہور، جون، 2023

جی جناب! پیاری آپا سلمیٰ اعوان کی تحریروں کا سواد کسی ایک ہی کتاب سے لینا ہو تو اس کا نام میں اوپر درج کر چکی ہوں۔۔۔ یہ نادر کتاب ہمارے ہاتھ بس اتفاقاً ہی آ گئی۔۔۔ ہوا یوں کہ گذشتہ دنوں انٹرنیشنل بک فیئر پر ہم ان کی کتاب "حیرت بھری آنکھ میں چین" کے حوالے سے منعقدہ سیشن پر پہنچے۔۔۔ اس کا اہتمام بک کارنر شوروم جہلم والوں نے کیا تھا۔۔۔ گگن اور امر بھائی نے کتاب اور صاحب کتاب سے ملاقات کی بڑی خوبصورت روایت ڈالی ہے۔ وہاں پہنچتے ہی سلمیٰ آپا سے گلے ملے۔۔۔ مبارکباد دی اور حفیظ شہزاد سے کہا آپا کی کتاب دے دیجیے۔ یہ بات تو طے شدہ تھی کہ آج "حیرت بھری آنکھ میں چین" کی رونمائی ہے تو حفیظ وہی کتاب ہی دیں گے۔۔۔ کتاب تھام کر آپا کے پاس بیٹھ گئی کہ آٹو گراف لے سکوں۔۔۔ آپا نے بڑی محبت سے ہمارے لیے کچھ قیمتی الفاظ لکھے۔۔۔ ہم نے کتاب تھیلے میں ڈالی اور گپ شپ میں لگ گئے۔ رات گئے گھر آ کر کتاب کھولی کہ سونے سے پہلے کتاب کا درشن ضروری ہوتا ہے۔۔۔ دیکھا تو یہ چین کا سفر نامہ نہیں بلکہ آپا کی دوسری کتاب تھی۔۔۔ آپا کی ہر کتاب کی طرح اس کتاب نے بھی میری ساری توجہ اپنی جانب مبذول کر لی۔۔۔ صحیح معنوں میں سواد آ گیا۔۔۔ یہ کتاب کھٹی میٹھی، کچھ تلخ اور دلسوز و دلپذیر تحریروں کا مرقع ہے۔۔۔

سلمیٰ اعوان کے سفر ناموں، کالموں، افسانوں اور ناولز کا ذائقہ کسی ایک ہی کتاب سے چکھنا ہو تو وہ ہے "جو دیکھا، جو سنا، جو بیتا"... آپا کی تحریر میں اس قدر بے ساختگی ہے کہ آپ اس کے ساتھ ساتھ بہتے چلے جاتے ہیں۔۔۔ آپا مسکراتی ہیں تو آپ بھی مسکرا اٹھتے ہیں، آپا اداس ہوتی ہیں تو آپ کی آنکھیں بھی نم ہو جاتی ہیں، آپا کسی بات کا لطف لیتی ہیں تو آپ بھی اس میں شامل رہتے ہیں، وہ کسی بات پر جھنجلاتی یا پریشان ہوتی ہیں تو آپ خود کو اسی کیفیت کا شکار پاتے ہیں۔ مثلاً جب وہ روم میں اس مکان میں جاتی ہیں جہاں مشہور رومانوی شاعر جان کیٹس نے زندگی کے آخری ایام گزارے تو آپ بھی آپا کے ساتھ تخیل کی آنکھ سے ان دنوں کو دیکھنے لگتے ہیں اور اداسی آپ کے چہار سو بال کھولے بکھر جاتی ہے۔۔۔ مجھ جیسوں کی تشنگی بھی کم ہو جاتی ہے جو آپا کی طرح ایسی جگہوں پر جانے کی تڑپ رکھتے ہیں۔۔۔ یوں لگتا ہے کہ ہم بھی وہیں موجود تھے۔۔۔ "نیپلز سے خط۔۔۔" پڑھ کر دل خون کے آنسو روتا ہے۔۔۔ احساس زیاں دوچند ہو جاتا ہے۔۔۔ "غرناطہ کی چھتوں پر اذان نہیں اذانیں" پڑھ کر دل شاد ہو جاتا اور سنہرے ماضی سے آنکھیں خیرہ ہونے لگتی ہیں۔ "میرے محبوب سے ملاقات" اور "قصہ ایک افسانہ لٹنے کا" پڑھ کر

چہرے پر مسکراہٹ آجاتی ہے مگر بہ یک وقت افسانہ لٹنے کا غم بھی خوب محسوس ہوتا ہے۔۔۔"ہمارے گھر کا ایک اہم ٹاک شو" بھی بڑے مزے کی تحریر ہے۔۔۔"آپا نے علی شیر نوائی" سے تعارف بھی خوب کروایا۔"میلان اٹلی کی بالکونی میں بیٹھی وہ یاد آتی ہے" پڑھ کر میں نے بھی مسز ریٹا سمتھ سے ملاقات کا مزہ لیا، گپیں لگائیں اور کافی کی چسکیاں لیں اور پھر کرونا کے دنوں میں اسے سوچ کر آپا کی طرح بے حد اداس ہو گئی۔۔۔آپا کی اس کتاب میں 61 مختلف تحریریں ہیں۔۔۔ ہر تحریر کا اپنا رنگ ،اپنا سواد ہے۔۔۔ کس کس کی مثال دوں۔۔۔ان کی تحریروں کا لطف لینے کے لیے یہ کتاب آپ کو خود خریدنی پڑے گی۔ سلمیٰ اعوان جیسی عظیم مصنفہ کی نرالی چھب اس کتاب کے حرف حرف سے جھلکتی دکھائی دیتی ہے۔(ہاں یہ بھی بتادوں کہ "حیرت بھری آنکھ میں چین" بھی ہم تک پہنچ چکی ہے۔۔۔اور اسے مزے لے لے کر پڑھنا ابھی باقی ہے)

☆☆☆

جو دیکھا، جو سنا، جو بیتا

تبصرہ نگار: منور راجپوت

نئی کتابیں

روزنامہ جنگ سنڈے میگزین، بروز اتوار، 3 جولائی، 2022

مصنّفہ سیّاح اور سفر نامہ نگار کے طور پر بہت شہرت رکھتی ہیں۔ اُن کے سفر نامے مختلف اخبارات و جرائد کی زینت بنتے رہتے ہیں اور 10 کتابی شکل میں بھی منظرِ عام پر آ چُکے ہیں۔ اِسی طرح وہ ناول اور افسانہ نگاری میں بھی مضبوط شناخت کی حامل ہیں، جب کہ کالم بھی لکھتی ہیں۔ زیرِ نظر کتاب اُن کی 61 متفرق تحریروں پر مشتمل ہے، جن سے متعلق کتاب کے ٹائٹل پر درج ہے، ’’کچھ جلتی بلتی، روتی کُرلاتی، ہنستی ہنساتی، دل گیر و دل پذیر تحریریں‘‘

بے ساختگی اور ادبی چاشنی سلمیٰ اعوان صاحبہ کی تحریر کا خاصا ہے، جو اِن مضامین میں بھی پوری آب و تاب سے موجود ہے، جب کہ اِن میں سفر نامے کا تڑکا بھی شامل ہے۔ اِن مضامین کی ایک خُوبی یہ بھی ہے کہ اِن کے مطالعے سے معلومات میں بہت اضافہ ہوتا ہے۔ اُنھوں نے مُلکی مسائل، مسلم دنیا اور حالاتِ حاضرہ پر بھی اپنے روایتی شگفتہ انداز میں لکھا ہے، تاہم بعض مقامات پر اُن کی تحریر میں تلخی بھی در آئی ہے، جو اِس بات کی علامت ہے کہ اب شگفتہ مزاج افراد بھی حالات سے کس قدر دل گرفتہ ہو چُکے ہیں۔

☆☆☆